ذکر الٰہی کے اسلوب محمد مصطفی ﷺ سے سیکھیں۔
ذکرِ الٰہی کی مجالس عام کریں اور دنیا کو ان مجالس میں بٹھائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۲﴾ (النور: ۴۲)

پھر فرمایا:۔

ذکر کا جو مضمون چل رہا ہے۔ اس گفتگو سے پہلے کچھ اجتماعات کا اعلان کرنا ہے۔ ان کے لئے دعا کی درخواست کرنی ہے۔ اب تو یہ روزمرہ کا دستور بن چکا ہے اور جوں جوں اللہ کے فضل سے احمدیت ترقی کرے گی یہی سلسلہ اجتماعات کا اور جلسوں کا جاری رہتے ہوئے اتنا بڑھ جائے گا کہ میرا نہیں خیال کہ آئندہ پھر خلفاء کے لئے ممکن ہو کہ وہ خطبات میں ان سب کا ذکر کر سکیں اس لئے جتنے دن بھی ہو سکیں اچھے دن ہیں جو آج میسر ہیں جماعت کو۔ مجلس خدام الاحمدیہ ڈھاکہ 17 تا 24ر دسمبر تعلیمی و تربیتی کلاس منعقد کر رہی ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ ڈھاکہ ہی نہیں بلکہ ساری مجلس عاملہ بنگلہ دیش ماشاء اللہ بہت ہی مستعد، بہت ہی بہادر اور قربانی کرنے والی مجلس ہے اور پچھلے دنوں سے خبریں آرہی ہیں کہ پاکستان میں ناکامی کے بعد اور انتخابات میں ذلت کی مار کے بعد علماء نے اب بنگلہ

دیش کا رخ کیا ہے اور وہاں اسی طرح فتنہ وفساد پھیلانا چاہتے ہیں جیسے کبھی پاکستان میں پھیلا چکے تھے۔ وہی مطالبے ہیں وہی شور، وہی سازشیں اور بنگال کی جماعت کی طرف سے بار بار دعا کی درخواستیں ملتی رہی ہیں۔ اللہ کے فضل سے وہ بہادر ہیں ڈٹے ہوئے ہیں اور حکومت کو انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر اسی قسم کی شرارت تم نے یہاں کی جیسی پاکستان میں کروائی گئی تھی تو ہم سارے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے حاضر بیٹھے ہیں اور تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم تھوڑے ہونے کی وجہ سے تم لوگوں سے مرعوب ہو جائیں گے لیکن پھر بعد میں بنگلہ دیش سے ہمیشہ کے لئے امن اٹھ جائے گا۔ اس سے بدتر حال میں پہنچو گے جس حال میں احمدی کے خلاف کارروائی کے نتیجے میں پاکستان کا نقصان ہوا اور اس وقت سے قوم منتشر ہوئی ہوئی ہے، بٹی ہوئی ہے، بہت ہی دردناک حالت ہے۔ بہر حال انہوں نے سمجھا کر کھلے بندوں اشتہارات دے کر بھی اس بات کو واضح کر دیا ہے۔ خطوط کے ذریعے بھی لیکن خاص طور پر وہ دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

تمام عالمگیر جماعت احمدیہ سے درخواست ہے کہ وہ بنگلہ دیش کی جماعتوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور عالم اسلام کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کیونکہ احمدیت پر جتنی ضرب پڑتی ہے ان کی طرف سے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ہمیں تو بہت ترقی دیتا ہے لیکن عالمِ اسلام پر وہ ضرب پڑ جاتی ہے اور اس کے نقصانات بہت گہرے اور دیرپا ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ ہندوستان میں جو بابری مسجد سے ہوا اس سے پہلے اس کے پسِ منظر میں احمدی مساجد جلائی گئیں، منہدم کی گئیں، برباد کیا گیا۔ بنگلہ دیش میں حملے ہوئے۔ وہ ساری باتیں یہ بھول جاتے ہیں اور پھر یہ نہیں سوچتے کہ یہ ایک سلسلہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں نصیحت دینے کے لئے یا بات سمجھانے کے لئے اپنی خاموش زبان میں جاری رہتا ہے۔ ایک بدی بدی کے پھل لاتی ہے اور ایک غلط حرکت کے نتیجے میں اس کا خمیازہ تمہیں بھگتنا پڑتا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں اور بات سمجھتے نہیں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں نو نشانات حضرت موسیٰؑ نے پے در پے ان کو دکھائے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور ہر دفعہ کچھ تھوڑا سا گمان ہوتا تھا کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے لیکن پھر وہی پرانی باتیں پھر وہی حرکتیں یہاں تک کہ ساری قوم خدا کے حضور غرق ہو گئی۔ یعنی وہ جو غرق ہوئے وہ بھی اور جو دوسرے بچے تھے وہ بھی خدا کے نزدیک غرق ہو چکے تھے۔ تو اس لئے

قوموں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے ، عبرت کی آنکھیں خدا تعالیٰ سے مانگنی چاہئیں ۔ اللہ ہی ہے جو بصیرت عطا فرماتا ہے ، ورنہ خالی آنکھیں تو کچھ نہیں دیکھتیں ۔ وہ سب کچھ بنگلہ دیش میں بھی کروایا جا رہا ہے ۔ جو پاکستان میں ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے ۔ اس لئے خصوصیت سے دعا میں یاد رکھیں بنگلہ دیش کی جماعتوں کی اللہ حفاظت فرمائے ۔ بہر حال جو بھی اس کی تقدیر ظاہر ہو گی ایک بات قطعی ہے کہ جماعت کے حق میں خیر کا نتیجہ ظاہر ہو گا ۔ یہ تو جماعت بارہا دیکھ چکی ہے ۔ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں ۔ **گزشتہ سو سال سے زائد عرصہ کی جماعت کی تاریخ یہ بات خوب کھول چکی ہے دنیا پر کہ جتنا چھوٹا کرنے کی کوشش کرو گے اس جماعت کو اتنی بڑی ہو کے نکلے گی ۔ جتنا کمزور کرنے کی کوشش کرو گے اتنی طاقتور ہو گی ، جتنا نام مٹانے کی کوشش کرو گے اتنا ہی یہ نام پھیلتا چلا جائے گا ۔ پس یہ تو اللہ کی ایک ایسی تقدیر ہے جس سے کوئی دنیا کی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی ۔ یہ وہ سنت ہے جسے کوئی دنیا کی طاقت مٹا نہیں سکتی ۔** لیکن اس رستے میں دکھ بھی اٹھانے پڑتے ہیں ۔ اِلَّآ اَذًی کا مضمون خود قرآن کریم نے فرمایا ہے کچھ نہ کچھ تو دکھ تمہیں ضرور پہنچے گا تو اگر دکھ مقدر میں ہے تو اللہ ہمارے دلوں کو تقویت عطا فرمائے حوصلہ بخشے کہ ہم اس کی رضا کی راہوں پر چلتے ہوئے جو دکھ کے کانٹے رستے میں ہیں ان کی تکلیف بھی رضائے باری کی خاطر ہنستے ہوئے سر جھکاتے ہوئے قبول کریں اور جو خیر ان رستوں پر آگے ہماری منتظر ہے ۔ اللہ اس خیر کو بڑھاتا رہے اور ہر قدم پر ترقی احمدیت کے قدموں کو چومتی رہے ۔

تو بنگال کی جماعتوں کو بھی میں اس بارے میں مطمئن کرتا ہوں کہ جو کوشش ہے ضرور کریں ۔ فیصلہ وہی ہو گا جو اللہ کی تقدیر نے چاہا اس فیصلے میں اگر کوئی برائی بھی ہوئی ۔ تو قطعی طور پر یقینی طور پر اس برائی کے پیٹ سے آپ کے لئے بھلائی نکلے گی اور اتنی نمایاں اور بڑی ہو کر وہ بھلائی دنیا کو اور آپ کو دکھائی دینے لگے گی ۔ تو پھر وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہو گی کہ انسان کوشش کر کے دنیا کو بتائے کہ دیکھو ہم پر یہ فضل ہوئے ، وہ فضل تو پھر خود بولتے ہیں ، اپنے آپ کو خود دکھاتے ہیں ۔ تو امید ہے انشاء اللہ جماعت احمدیہ بنگلہ دیش یہ باتیں سن کر تقویت حاصل کرے گی اور جو کوشش کر رہے ہیں اس سے بڑھ کر دعاؤں میں زور لگائے گی ۔

مجلس خدام الاحمدیہ کینما سیرالیون کا صوبائی اجتماع آج ۱۷؍ دسمبر کو منعقد ہو رہا ہے ۔ کاسل جرمنی کی داعیانِ الی اللہ کی ایک تربیتی کلاس ۱۸؍ دسمبر کو منعقد ہو رہی ہے ۔ جماعت احمدیہ کینما

کا جلسہ سالانہ بھی کل ۱۸/ دسمبر سے شروع ہو رہا ہے اور فرینکفرٹ جرمنی کی نومسلموں کی تربیتی کلاس بھی اللہ کے فضل سے ۱۹/ دسمبر کو شروع ہوگی۔

نومسلموں کی تربیت کا جواب نیا دور شروع ہوا ہے یہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے پہلے مجھے یاد نہیں کہ کبھی منظّم طریق پر نومبائعین یا نومسلمین کو اپنے اندر جذب کرنے اور ان کی تربیت کرنے کا اس طرح منصوبہ کے تحت پروگرام بنایا گیا ہو لیکن جو جماعتیں اللہ کے فضل سے مستعد ہو چکی ہیں۔ انہوں نے بہت اچھے منصوبے بنائے ہیں بہت عمدگی سے ان پر عمل ہو رہا ہے۔ جرمنی میں تقریباً 1600 کے لگ بھگ بیعتیں ہوئی تھیں اور اب جہاں تک مجھے اطلاعیں مل رہی ہیں ساری جماعت جرمنی ان کو مختلف حصوں میں بانٹ کر خاندان خاندان کر کے سنبھال چکی ہے اور شاذ ہی کوئی ایسا بچا ہو جو اس مؤاخات کے فیض سے باہر رہا ہو یعنی خاندانوں کے سپرد بعض خاندان کر دیئے گئے ہیں، بعض کیمپ ہیں جو اس علاقے کی جماعتوں کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ ان سے تعلق رکھا جا رہا ہے ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ صرف محبت سے ہی نہیں جیتا جا رہا، دین کی ٹھوس تربیت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ نمازیں سکھانا بچوں کے لئے بھی بڑوں کے لئے بھی، روزمرہ کے دینی زندگی کے سبق دینا اور پھر اجتماعات میں ان کے سپرد عہدے کرنا، ان کے سپرد ذمہ داریاں کر کے ان کو ساتھ لے کر آگے بڑھنا، ان کو اسلامی طریق کے نعرے سکھانا، بعض چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں مگر واقعۃً دلوں میں ہنگامہ برپا کر دیتی ہیں۔ تو وہ اب جب عربی طریق پر یا اردو کے الفاظ میں خاص مواقع پر خدا کی حمد کریں گے، خدا کا ذکر بلند کریں گے۔ تحمید و تکبیر بلند کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بہت گہرا اور لمبا اثر پڑے گا۔ تو ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ یہ سارے تربیتی اجتماعات ہر پہلو سے کامیاب رہیں اور جو کمزوریاں رہ گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے عفو کا سلوک فرمائے اور اس کے نتیجے میں جماعت نہ صرف مستحکم ہو بلکہ آئندہ تیزی سے آگے بڑھنے کی بنیادیں قائم ہوں۔ ہر منزل جو ہم آگے بڑھتے ہیں ایک اور منزل کی خوشخبری دیتی ہے لیکن وہاں بیس کیمپ مضبوط کرنا ضروری ہے کیونکہ ہمارا سفر بلندیوں کی طرف ہے۔ اور بلندیوں کی طرف جو سفر ہوتے ہیں ان میں یہ ایک محاورہ ہے ''بیس کیمپ کو مضبوط بنانا'' جتنا بیس کیمپ مضبوط ہوگا اتنی ہی زیادہ آگے بلندی کی طرف حرکت کرنے کے سامان میسر آئیں گے، کم سے کم خطرات سے انسان زیادہ سے زیادہ سفر طے کر سکتا ہے۔ تو ہم بلندیوں کی

طرف چڑھنے والے ہیں۔ ہر منزل جو ہم جیتیں گے وہاں اب لازماً بیس کیمپ بنانے ہوں گے اور ان کو جتنا مضبوط بنائیں گے اتنی ہی بلند تر چوٹی پھر آگے آپ کا انتظار کر رہی ہوگی۔ میں امید رکھتا ہوں اسی طرح انشاء اللہ منزل بہ منزل اب یہ قافلہ جلد جلد بلندی کی طرف رواں دواں رہے گا اور بڑھتا چلا جائے گا۔

ذکر کے سلسلے میں میں نے جو آیت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور پرندے بھی صف بہ صف، یعنی ایک صف کے اوپر دوسری صف، پرندے بھی تسبیح کر رہے ہیں۔ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ہر ایک کو اپنی عبادت کا اور تسبیح کا انداز سکھایا گیا ہے اور وہ جان چکا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ اس چیز کو جو تم کرتے ہو خوب جانتا ہے۔ ذکر کے سلسلے میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اندازِ ذکر پیش کیا جا رہا ہے کہ آپ نے ہمیں کس طرح ذکر کرنا سکھایا۔ یہ بہت وسیع مضمون ہے مگر جو چند احادیث میں نے منتخب کی تھیں ان میں سے جو باقی ہیں وہ میں آج آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے میں امراء القیس کا ایک شعر آپ کو سناتا ہوں جس کا ذکر ہی کے مضمون سے عملاً تعلق ہے۔ اس کا ذکر اور طرح کا تھا اور مومن کا ذکر اور طرح ہوتا ہے لیکن ذکر کا مضمون ملتا جلتا ہی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

قفا نبک من ذکر حبیب و منزل
بسقط اللواء بین الدخول فحومل

کہ اے میرے دوساتھیو! قفا تم ذرا ٹھہرو۔ نبک من ذکر حبیب و منزل ہم کچھ دیر اپنے محبوب کے ذکر سے اور اس کی منزل کے ذکر سے رو نہ لیں۔ ذرا ٹھہراؤ۔ کچھ دیر رکواؤ۔ کہ ہم اس کا پیارا ذکر چھیڑ کر کچھ آنسو بہاتے ہیں۔ بسقط اللواء وہ منزل ایک ایسی جگہ واقع ہے۔ جیسے بسقط اللواء کہا جاتا ہے اور دخول اور حومل دو مقامات کے درمیان واقع ہے۔ شعراء کا عموماً یہی طریق ہے کہ جہاں جہاں محبوب کے آثار دیکھتے ہیں۔ وہاں ٹھہرتے ہیں اور عام یادوں سے بڑھ کر ان مقامات پر محبوب کی یاد آتی ہے۔ پس جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے کہ یاد کے ساتھ آنسو بھی بہتے ہیں۔

جہاں تک ذکرِ الٰہی کا تعلق ہے وہاں کسی ایک منزل کا سوال نہیں جو ذکر کی طرف آپ کی توجہ پھیرے۔ خدا تعالیٰ تو ہر جگہ جلوہ دکھا رہا ہے اور ہر جلوہ اس شان کا ہے کہ ناممکن ہے کہ آپ کسی

طرف نظر ڈالیں اور ذکر کی طرف توجہ مبذول نہ ہو۔ اگر امراء القیس کے لئے ایک منزل اس حد تک محبوب کی یاد دلاتی تھی جو اپنے ساتھیوں کو ساتھ ملا کر وہاں ٹھہر کر رونا چاہتا تھا تو ہمیں تو ساری کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ کی یاد دلاتا ہے۔ یعنی اس مومن کو یاد دلاتا ہے جس کو بصیرت ہو اور اللہ کی محبت سے انسان کی آنکھیں اگر ہمیشہ ظاہراً تر نہ بھی رہ سکیں تو بسا اوقات دل میں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دل اندر سے محبت میں پگھل کر روتا ہے۔ اور ظاہراً آنسو نہ بھی برس رہے ہوں تو ایک محبت کی بارش اندر کی طرف ہوتی ہے اور ہر اہلِ تجربہ یہ جانتا ہے کہ ضروری نہیں کہ آنسو آنکھوں کے رستے بہیں جو پیار اور محبت کی باتیں ہوتی ہیں ان میں دل نرم ہو کے پگھل جاتا ہے اور قرآن کریم نے اسی قسم کے نقشے کھینچے ہیں کہ بعض دفعہ دل پگھل جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں کہ روح آستانہ الوہیت پر بہنے لگتی ہے تو آنسو جس طرح بہتے ہیں اسی طرح دل پگھل کر آستانۂ الوہیت پر بہنے لگتا ہے اور یہ جو موقع ہے۔ یہ کوئی ایک موقع نہیں بلکہ ساری کائنات میں ہر طرف یہ مواقع پھیلے پڑے ہیں۔ صبح سے رات تک انسان جتنا بھی سوچے خدا تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید کے بے حد، بے شمار مضمون اس کی نظر کے سامنے آتے ہیں اور ان کا انسان حق ادا نہیں کر سکتا۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی کیفیت یہ تھی کہ دن رات ہمہ تن ہمیشہ ہر بات میں اللہ ہی کی یاد آپ کو آتی تھی اور اللہ ہی کی یاد میں محو رہ کر آپؐ نے زندگی گزاری ہے۔ تمام دنیا سے تعلقات اللہ تعالیٰ کی یاد کے حوالہ سے ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے نتیجے میں آپؐ کی محبتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی آنکھیں جس سے پھرتی تھیں آنحضرت ﷺ کی آنکھیں بھی اس سے پھر جاتی تھیں۔ گویا خدا نما وجود ان معنوں میں تھے کہ جہاں آپؐ کی محبت کی نظر پڑی ضرور وہاں خدا کی محبت کی نظریں پڑتی تھیں۔ جس کو آپؐ نے ناراضگی کی آنکھ سے دیکھا خدا کی ناراضگی کی آنکھ بھی اس کو اسی طرح دیکھتی تھی اور یہ دو طرفہ مضمون ہے۔

ذکر کرنے والے بعض دفعہ اس طرح ان سے محبت کرتے ہیں کہ ان کو علم ہوتا ہے کہ خدا ان سے محبت کر رہا ہے اور اس کے نتیجے میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ان کو کسی سے محبت پیدا ہوتی ہے تو خدا ان سے ضرور محبت کرتا ہے اور یہ مضمون حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہمارے سامنے خوب کھول دیا ہے اس لئے اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کے پیارے ہمہ وقت یہ کوشش کرتے ہیں کہ

اللہ کے پیاروں سے پیار کریں اور اللہ کا ان سے یہ سلوک ہوتا ہے کہ ان کے سب پیاروں سے پیار کرتا ہے اور جن سے وہ ناراض ہوں ان سے خدا ناراض ہوتا ہے۔

یہ مضمون ہے دونوں کے رجحانات کا ایک ہو جانے کا مضمون جب دل مل جائیں تو نیتیں مل جاتی ہیں، رجحانات ایک ہو جاتے ہیں اور ایک ہی سمت میں سارے تعلقات کے دھارے بہتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے متعلق جو فرمایا گیا کہ آپؐ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (النجم:۱۰) آپؐ دو قوسوں کے درمیان ایک وتر بن گئے۔ اس کی عموماً یہ تصویر کھینچی جاتی ہے جو درست ہے اور بہت سے معانی پر حاوی ہے۔ یہ دو قوسیں یعنی دو کمانیں جن سے تیر چلایا جاتا ہے۔ وہ یوں آمنے سامنے ہوں اور بیچ میں ایک وتر ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور بندوں کی دنیا کے درمیان، اللہ اور مخلوق کے مابین حضرت محمد ﷺ اس مرتبے تک پہنچ گئے جہاں خدا کا تنزیہی مقام شروع ہوتا ہے۔ یعنی اس سے آگے مخلوق کی کوئی گنجائش نہیں اور مخلوق کی انتہا وہاں تک ہے اس سے آگے بڑھ نہیں سکتی اور دونوں قوسوں کے درمیان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ وتر بن گئے۔

میں اس مضمون کو ایک اور طرح سے بھی دیکھتا ہوں۔ اگر دونوں قوسیں ایک ہی سمت میں ہوں۔ ایک بڑی اور ایک نسبتاً چھوٹی اور دونوں کا وتر ایک ہو تو جو تیر اس سے چلایا جائے گا۔ وہ دونوں قوسیں بیک وقت چلائیں گی۔ دونوں کی طاقتیں ایک دوسرے سے بالکل مدغم ہو جائیں گی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس تیر چلانے میں کتنا اس کی طاقت نے حصہ لیا اور کتنا اس کی طاقت نے حصہ لیا بلکہ وہ ایک ہی وجود کے ایک ہاتھ کے چلائے ہوئے تیر بن جاتے ہیں۔ ان معنوں میں جب ہم اس آیت کریمہ پر غور کرتے ہیں۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:۱۸) جس کے معنے کنکریوں کی مٹھی پھینکنا بھی ہے لیکن لفظی ترجمہ تیر چلانا ہے تو یہ معنی ہوئے کہ اے محمدؐ جب تو نے تیر چلایا تو تیری قوس تو اللہ کی قوس سے الگ نہیں ہے۔ تیری قوس کے ساتھ اللہ کی قوس شامل ہے۔ پس جب تو نے تیر چلایا تو اللہ نے تیر چلایا اور یہ فرق نہیں رہا۔

پس جو مضمون میں بیان کر رہا ہوں اس کو قرآن کی سند حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بڑی وضاحت سے بار بار مختلف رنگ میں کھول کر یہ بیان فرمایا ہے کہ بعض بندے ذکر الٰہی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ اپنا وجود الگ نہیں رہتا اور اس کا ایک طبعی نتیجہ یہ

رہتا ہے کہ اللہ سب کچھ ان کے ساتھ شامل فرما دیتا ہے ان کا ایک قطرہ خدا کے سمندر میں اس طرح مدغم ہوتا ہے کہ ہر قطرے میں ان کا حصہ پایا جاتا ہے اور ہر قطرہ ان کے ایک قطرے میں اپنے جلوے دکھا رہا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے خدا کے ساتھ ہم آہنگ ہونا شرک کا مضمون نہیں رکھتا بلکہ محویت کا مضمون رکھتا ہے۔ لَا اِلٰـهَ کا مضمون ہے اس کے سوا اور کوئی مضمون نہیں شرک یہ ہے کہ خدا الگ رہے اور بندہ الگ رہے۔ خدا کی طاقت کا الگ ذکر کریں اور بندے کی طاقت کا الگ ذکر کریں۔ مگر اگر بندے کی طاقت خدا میں مدغم ہو چکی ہو اور خدا ہی کی طاقت بندے کی طاقت کے ساتھ جلوے دکھائے تو اسے شرک نہیں کہتے اس کا مطلب ہے کہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہ دراصل خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ ہی ہے جو جلوہ گر ہے اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے مختلف طریق پر صحابہ کو سمجھایا کہ کس طرح ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسا پیارا انداز ہے کہ اس کو سن کر ممکن ہی نہیں کہ انسان ذکرِ الٰہی کی طرف مائل نہ ہو ذکرِ الٰہی کا عاشق نہ ہو جائے۔

اب میں ترجمہ پڑھ دیتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجلس کی تلاش رہتی ہے۔ جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ان کی ساری فضا سایہ برکت سے مامور ہو جاتی ہے۔ (مسلم کتاب الذکر حدیث نمبر: ۴۸۵۴)

پس وہ آیتِ کریمہ جس کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی تھی۔ دراصل اسی کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ یہاں فرشتوں کی جو تصویر آنحضور ﷺ نے کھینچی ہے۔ وہ پرندوں کی طرح ہے جو اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور ایک دوسری آیت میں انہی تسبیح کرنے والے فرشتوں کا یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ وہ جو کو بھر دیتے ہیں۔ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (الزمر: ۷۶) تو دراصل پرندوں کی اصطلاح میں فرشتوں کی باتیں بھی کی جاتی ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ خود پرندے بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ جس زبان میں، جس طریق پر خدا نے ان کو سمجھایا ہے۔ تو اس حدیث سے اس آیت کریمہ کی تطبیق ہوتی ہے۔

فرمایا۔ ’’یملاء ما بینھم و ما بین السماء الدنیا ‘‘ یہ فرشتے ہیں جو ذکر کرتے ہوئے ان مجلس کے اوپر اپنے پروں کا سایہ کرتے ہیں اور اس ذکر میں ساتھ شامل ہو جاتے ہیں اور پھر تہہ بہ تہہ، صف بہ صف جیسے پر پھیلائے ہوئے پرندے ایک تہہ کے بعد دوسری تہہ میں آسمان میں بلند تر ہوتے چلے جا رہے ہوں اور سارا آسمان ایسے پرندوں سے بھر جائے۔ ویسا ہی نقشہ حضور اکرم ﷺ کھینچتے ہیں۔ ساری فضا ان کے سایہ برکت سے مامور ہو جاتی ہے۔ جب لوگ اس مجلس سے اٹھ جاتے ہیں۔ تو وہ فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ سب جانتا ہے یعنی خدا کا پوچھنا اس لئے نہیں کہ وہ اس کو علم نہیں ہے۔ پھر کس لئے ہے؟ اس لئے کہ جب انسان کسی پیارے کی مجلس کی باتیں جانتا بھی ہو تو ان کو دوبارہ سنتا ہے پھر سنتا ہے اور پھر سنتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندوں سے ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا کہ وہ مجھ سے کرتے ہیں۔ جو میرے ذکر کے متلاشی رہتے ہیں اور میرے ذکر سے ان کو لطف آتا ہے۔ مجھے بھی ان کے ذکر سے لطف آتا ہے۔ تو یہ جو پوچھنا ہے اب بار بار جو ذکر آئے گا اس سے یہی مراد ہے کہ ایسے بندوں سے اللہ پیار کا اظہار کرتا ہے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ کہاں سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں ہم تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح کر رہے تھے، تیری بڑائی بیان کر رہے تھے، تیری عبادت میں مصروف تھے اور تیری حمد میں رطب اللسان تھے اور وہ تجھ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ یعنی جانتے ہوئے کہ کیا مانگتے ہیں، پوچھتا ہے کہ کیا مانگتے ہیں؟ اس پر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے تیری جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر کہتا ہے کہ کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! انہوں نے تیری جنت تو نہیں دیکھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی کیا کیفیت ہوگی اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیں؟

پھر فرشتے کہتے ہیں وہ تیری پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر فرماتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ چاہتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں تیری آگ سے پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے میری آگ دیکھی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں دیکھی تو نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان

کا کیا حال ہو اگر وہ میری آگ دیکھ لیں؟ پھر فرشتے کہتے ہیں کہ وہ تیری بخشش طلب کرتے تھے۔ اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا اور میں نے ان کو پناہ دی۔ اس چیز سے جس سے انہوں نے میری پناہ طلب کی۔ اس پر فرشتے کہتے ہیں اے ہمارے رب! ان میں فلاں غلط کار شخص بھی شامل تھا وہ وہاں سے گزر رہا تھا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو دیکھا تو تماش بین کے طور پر ان میں بیٹھ گیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بدبخت نہیں رہتا۔ (مسلم کتاب الذکر حدیث نمبر: ۴۸۵۴)

اب ذکرِ الٰہی کا بیان اس سے بہتر تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔ ایسا بیان جو ذکر الٰہی کی محبت پیدا کر دیتا ہے دل اس سے پگھلنے لگتا ہے۔ اس میں خاص طور پر یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جنت مانگتے ہیں۔ تو انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ وہ کہتے ہیں نہیں دیکھی۔ فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو۔ تو امرِ واقعہ یہ ہے کہ جو دعائیں ہم کر رہے ہیں۔ ان دعاؤں کی کنہ سے ہم خود واقف نہیں ہیں۔ بعض دفعہ ایک انسان غلطی سے ایک سودا کر لیتا ہے اور پتا چلتا ہے کہ یہ تو بہت ہی بری چیز تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ایک سادہ لوح زمیندار کراچی گھومتا پھرتا منی مارکیٹ میں چلا گیا۔ جہاں بہت بڑے بڑے سودے ہو رہے تھے۔ پیسوں کے حساب سے کہ ایک پیسہ ایک دھیلا اس میں اضافہ ہو گیا ایک پائی اضافہ ہو گیا وہ سمجھا کہ کوئی چیز بک رہی ہے اور پائیوں اور دھیلوں اور پیسوں کے حساب سے بولیاں بڑھ رہی ہیں۔ تو اس نے بھی ساتھ بولی دینی شروع کر دی کہ اچھا پھر ایک دھیلا میرا ایک پیسہ لکھ لو میرے دو پیسے لکھ لو۔ تو سب حیران ہو گئے اور ششدر رہ گئے وہ سمجھے کہ بہت ہی بڑا کوئی سیٹھ آ گیا ہے اس سے مقابلہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کے نام بولی لکھی گئی۔ جو کروڑوں کی تھی اور اس کو بیچارے کو علم نہیں تھا کہ سودا کیسا ہوا ہے۔ اچانک خبر آئی کہ اس، جس کا بھی سودا ہو رہا تھا وہ ایک دم اس کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ تو سارے سیٹھ اس پر ٹوٹ پڑے کہ نقد و نقد ہم سے اتنا منافع لو اور یہ سودا ہمارے نام کر دو۔

تو ویسا ہی نقشہ اللہ کھینچ رہا ہے فرمایا وہ تو سادہ زمیندار کی طرح ہیں بولی کس بات کی دے

رہے ہیں۔ مجھ سے جو مانگ رہے ہیں میں نے دے تو دیا ہے۔ لیکن وہ ایسا ہے کہ ان کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا اور یہی بات ہے جو قرآن کریم نے جنت کے متعلق بیان فرمائی ہے۔ کسی آنکھ نے نہیں دیکھی کسی کان نے نہیں سنی، ان کے تصور سے بھی بڑھ کر ہے اور وہ زمین و آسمان پر ساری کائنات پر محیط ہے۔ تو ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے چند منٹ میں آپ کتنے بڑے بڑے سودے کر لیتے ہیں اور ساری کائنات خدا سے لے لیتے ہیں اور آپ کو پتا نہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کتنی بڑی بڑی چیزیں ملتی ہیں۔

اسی لئے آنحضورﷺ نے فرمایا کہ دو کلمات ہیں **کلمتان خفیفتان** ، ہلکے پھلکے ہیں۔ **حبیبتان الی الرحمن** اللہ کو بہت پیارے ہیں۔ ہلکے پھلکے ہیں لیکن **ثقیلتان فی المیزان** وزن میں بہت بھاری ہیں۔ **حبیبتان الی الرحمن** اللہ کو وہ دونوں بہت پیارے کلمے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**۔ پاک ہے اللہ حمد کے ساتھ **سبحان اللہ العظیم** وہ اللہ پاک ہے جو بہت عظیم ہے۔ تو یہ دو کلموں میں جو سودے ہیں وہ بہت بھاری ہیں۔ یہ مراد ہے میزان ان کا بہت بھاری ہے اور زبان پر ہلکے ہیں۔ (بخاری کتاب الدعوات حدیث نمبر: ۵۹۲۷)

اب **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**۔ پر ہی غور کریں تو جتنا آپ اس میں ڈوبتے چلے جائیں گے اتنا ہی مضمون اور گہرا ہوتا دکھائی دے گا بلکہ محسوس ہوگا۔ جتنا اس مضمون میں سفر کریں اتنا یہ مضمون پھیلتا چلا جاتا ہے۔ **سبحان اللہ** کا مطلب ہے کہ اللہ پاک ہے۔ اور کس کس چیز سے پاک ہے۔ اس پر غور کریں تو پھر تسبیح ہوگی ورنہ خالی زبان سے کہہ دینے سے بات بنے گی نہیں۔ وزن ان میں پیدا ہوتا ہے مگر ہر قاری کے لحاظ سے مختلف وزن پیدا ہوتا ہے۔ جب آنحضرتﷺ **سبحان اللہ** کہتے تھے۔ تو ایک عام قاری کی طرح **سبحان اللہ** نہیں کہتے تھے بلکہ ساری زندگی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے سے پاک کیا تھا اور ساری زندگی اس تلاش میں رہے کہ کوئی ذرہ بھی ایسا نہ ہو جو خدا تعالیٰ کے عظمت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میرے دل کی دنیا کو اس لائق نہ ٹھہرائے کہ اس میں خدا تعالیٰ جلوہ گر ہو۔

یہ آنحضرتﷺ کی ایک سوچ تھی۔ جو آپؐ کی ساری زندگی میں ہر طرف ہمیں آپؐ کے اقوال سے بھی اور آپؐ کے اعمال سے بھی صاف دکھائی دیتی ہے۔ **سبحان اللہ** کا یہ معنی پھر بنتا ہے

کہ ہر وقت اللہ کی تسبیح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے نفس کو پاک کرتے چلے جانا کیونکہ ناپاک جگہ پر پاک وجود نہیں آیا کرتے۔ پس اللہ کے لئے دل کی صفائی کرنا ان معنوں میں ہو کہ کچھ جگہ تھوڑی سی اب صاف کر لی کچھ بعد میں اور ہمیشہ جگہ کی صفائی جاری رہے۔ بعض دفعہ اچانک مہمان آ جاتے ہیں تو انسان کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ سارا گھر ایک دم صاف کر سکے تو تھوڑی سی جگہ بنا لیتے ہیں۔ بھاگ دوڑ کر بچے بھی حصہ لیتے ہیں مائیں بھی، سب دوڑتے ہیں کہ ایک کمرہ ہی جلدی سے صاف کر لو اور اس کے جو گندے کپڑے اور سامان جو وہاں بکھرے ہوتے ہیں سب اٹھا اٹھا کر ایک کمرے میں پھینک دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو جب مہمان بنانا ہے تو انبیاء کا مقام تو بلند ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا تو بہت بلند تر تھا لیکن روزمرہ کی زندگی میں ہمیں بھی کچھ نہ کچھ **سبحان** کا مضمون اپنے نفس میں جاری کرنا ہوگا تھوڑی سی جگہ بنالیں اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کہنا کہ پاک آدمی پاک جگہ پہ بیٹھتا ہے، پاک جگہ کو پسند کرتا ہے یہ درست ہے مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر اس گھر میں اور کوئی گندی جگہ ہوگی تو وہ اس گھر کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ وہ اپنے بندے کی ایک تھوڑی سی جگہ بھی اگر صاف دیکھے تو اس جگہ سے تعلق جوڑ لیتا ہے اور پھر اس کے قرب کا احساس اردگرد کے ماحول کو پاک صاف کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور رفتہ رفتہ گھر صاف ہونے لگتا ہے۔ تو جتنا **سبحان الله** کا مضمون ذہن میں وسعت اختیار کرے اور جتنا یہ آپ کی دنیا کے عمل میں ڈھلتا چلا جائے اتنا ہی اس مضمون میں وزن پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔

پس آنحضرت ﷺ جب **سبحان الله** کہتے تھے تو آپ کا سارا وجود گواہ تھا کہ میں واقعۃً اللہ تعالیٰ کو پاک سمجھتا ہوں۔ اتنے یقین کے ساتھ پاک سمجھتا ہوں اور پاکی کی میری نظر میں اتنی قیمت ہے کہ خدا کی پاکی پر جہاں جہاں نظر پڑتی ہے میں وہاں وہاں اپنے وجود کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے۔ اس وجود کو بھی پاک کرتا چلا جاتا ہوں۔ تو دراصل یہ **لا اله** کا سفر ہے۔ **سبحان الله** اللہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے جو بھی ہے ناپاک ہے اور خدا ناپاک نہیں ہے اس لئے ظاہر بات ہے کہ ہر ناپاکی کالعدم ہے اس کی حیثیت ہی کوئی نہیں رہتی۔ اس کو مٹا دینا ضروری ہے۔ وہ بے وجہ، بے حق، ناحق بیٹھی ہوئی ہے وہاں اور **لا اله** اس طرح انسان کے دل پر جاری ہوتا ہے اس کے اعمال میں

جلوے دکھاتا ہے اور **سبحان اللہ** کا مضمون وزن اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔

ثقیلتانِ فی المیزان کا مطلب یہ ہے کہ وہ اگر غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ہلکے پھلکے کلمے نہیں ہیں۔ منہ سے تم نے چھوٹی سی بولی لگا دی ہے۔ اس کے پیچھے بڑا وزن ہے۔ غیر معمولی بہت ہی بھاری مضمون ہے جو تم بیان کر رہے ہو اور یہ مضمون جتنا بھاری ہوتا چلا جاتا ہے اتنا ہی خدا کو پسند آتا چلا جاتا ہے۔ **حبیبتان الی الرحمن** یہ دونوں کلمے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہوتے چلے جاتے ہیں اور یہ کلمہ کہنے والا اتنا ہی زیادہ اللہ کا قریب ہوتا ہے، اس کا محبوب بنتا چلا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ ہے **سبحان اللہ العظیم** کہ اللہ عظیم ہے۔ عظمت کا مضمون حمد سے تعلق رکھتا ہے۔ پس جہاں **سبحان اللہ و بحمدہ** نے حمد کہہ کر ایک دروازہ کھولا گیا ہے کہ صرف **سبحان اللہ** نہیں کہنا بلکہ حمد بھی کرنی ہے۔ وہاں **سبحان اللہ العظیم** نے وہ حمد کا ایک لامتناہی سلسلہ آپ کے سامنے کھول کے رکھ دیا ہے۔ ایک ایسی دنیا میں آپ کو لے جاتا ہے۔ **سبحان اللہ العظیم** کا کلمہ کہ جہاں ہر طرف حمد ہی حمد ہے۔ مگر ان دونوں میں ایک فرق ہے۔ سبحان کے ساتھ حمد کا تعلق ہے، سبحان کا مضمون جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی حمد کا مضمون ساتھ ساتھ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے اور یہاں تک کہ آپ کی دنیا صرف حمد کی دنیا رہ جاتی ہے اور وہ دنیا جس کا ذکر ہے **سبحان اللہ العظیم** میں۔

بعض لوگ یہ بعض دفعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اعظم نہیں کہا گیا حالانکہ اکبر کہا گیا ہے اور بہت سی جگہوں پہ خدا کا سب سے بڑا ہونا، سب سے زیادہ علم والا ہونا، سب سے زیادہ اپنی دوسری صفات میں تمام دوسرے بظاہر صفات میں مشابہ لوگوں سے آگے اور برتر ہونا یہ مضمون نظر آتا ہے۔ مگر عظیم کے تعلق میں کہیں اعظم نہیں فرمایا گیا۔ چنانچہ جرمنی کے اجتماع میں ایک دفعہ ایک عرب دوست نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اور اس پر جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا وہ میں نے اسے سمجھایا بعد میں مزید تحقیق کی تو پتا چلا کہ لفظ عظیم میں جو عظمت پائی جاتی ہے وہ لفظ اعظم میں نہیں پائی جاتی۔ عظیم ایک ایسے وجود کو کہتے ہیں جو اپنی ذات میں ہر صفت میں ایک ایسی شان رکھتا ہو کہ اس کی عظمت سے گویا ساری کائنات بھر گئی ہے اور ہر بری چیز کے مقابل پر جو اچھی صفت ہے وہ اس کے حامل کو عظیم کہتے ہیں۔ مثلاً چھوٹی، گھٹیا بات نہیں کرنی، کسی کی دل آزاری نہیں کرنی، پیار کا سلوک کرنا ہے۔ جتنی بھی صفات روزمرہ آپ کی زندگی میں آپ کو اچھی لگتی ہیں۔ جس چیز میں، جس شخص میں پائی جائیں گی وہ

عظیم ہوگا اور اگر وہ تمام صفاتِ حسنہ کسی ایک وجود میں پائی جائیں تو اس کو حقیقی معنوں میں ہم عظیم کہہ سکتے ہیں کہ بڑا عظیم انسان ہے۔ ایک لفظ عظیم میں آپ نے اس کو پتا نہیں کتنی دادیں دے دی ہیں اور حقیقت میں جب کسی انسان کا آپ کے دل پر رعب پڑتا ہے اور آپ اس کی صفاتِ حسنہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ تو بے اختیار دل سے اس کی عظمت کا ترانہ اٹھتا ہے۔ وہ بہت عظیم انسان ہے اور وہاں کسی سے مقابلے کا مضمون نہیں ہوتا۔ اس کے مقابل پر عظیم کا سوال کبھی نہیں اٹھتا نہ ذہن اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اپنی ذات میں گویا بے مقابلہ رہ گیا ہے وہ شخص اور مقابلے کا کوئی سوال نہیں رہا۔

سبحان اللہ العظیم کہہ کر یعنی سکھا کر ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ سبحان کا رستہ اختیار کرو۔ پہلے اللہ تعالیٰ کو، ہر عیب سے بلکہ ہر غیر اللہ سے پاک خیال کرو۔ یقین کرو اس کے مضمون کو سمجھو، اس کو اپنی زبان کے ساتھ اپنے دلوں پہ جاری کرو۔ پھر تمہیں حمد کی اجازت ہوگی۔ یعنی پھر تم مجاز ہو گے اس بات کے تمہارا حق ہوگا کہ حمد بیان کرو کیونکہ گندگی کے ساتھ حمد نہیں رہ سکتی۔ ہر جگہ جہاں پاکی پیدا ہوگی اس کے ساتھ ہی حمد کا مضمون خود بخود ابھر آئے گا اور پھر تم **سبحان اللہ العظیم** کہو گے تو ایک نئی شان کے ساتھ کہو گے نئے عرفان کے ساتھ کہو گے۔ اللہ کی عظمت اس طرح تمہارے وجود پر چھا جائے گی کہ کسی اور وجود کا سوال ہی نہیں رہے گا۔ اکبر کا کیا سوال، اعظم کا کیا سوال ہے پھر۔ جب اور ہے ہی کوئی نہیں تو **لا الہ الا اللہ** میں جو مضمون ہے وہی عظیم کے لفظ نے وہی ان **کلمتان** میں ہے یعنی ان دو کلموں میں ہے۔

اور لفظ عظیم میں اکیلا ایک عظیم رہ گیا ہے۔ تو کوئی اور وجود ہے ہی نہیں تو اس کے ساتھ مقابلہ کیا کیا جائے۔ یہ وہ طریق تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اپنے صحابہ کو سمجھایا کرتے تھے کہ اس طرح حمد کی جاتی ہے۔ یہ دو کلمات آپؐ ہی نے تو بیان فرمائے کہ خدا کو بہت پیارے ہیں اور ان میں وزن بھی بہت ہے۔ زبان پر ہلکے ہیں لیکن اس میں ایک ایک فقرے میں گہرے مضامین پوشیدہ ہیں۔ ہلکے ہیں لیکن ہلکے سمجھنا نہ اور اگر ہلکے نہ سمجھو گے اور وزن دار سمجھو گے تو پھر وزن کی تلاش بھی کرو گے۔ ورنہ بغیر تلاش کے اسی طرح زبان فرفر کرتی آگے نکل جائے گی۔ مطلب ہے ٹھہر ٹھہر کر سوچ سوچ کر، سمجھ سمجھ کر اپنے وجود میں جاری کرتے ہوئے آگے بڑھو اور پھر تم ایسی دنیا میں پہنچ جاؤ گے۔ جہاں خدا کے سوا کسی کی

عظمت باقی نہیں رہتی ایک ہی ہے جو عظیم ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ جو جنت، خدا تعالیٰ فرماتا ہے جنت دیکھی ہے؟ وہ کہیں گے نہیں دیکھی تو نہیں۔ اچھا اگر دیکھ لیتے تو پھر کیا کرتے؟ بغیر دیکھے یہ حال ہے کہ مجھ سے جنت مانگ رہے ہیں تو ان کو کیا پتا کہ کیا مانگ رہے ہیں پھر فرماتا ہے جہنم کبھی دیکھی ہے انہوں نے؟ وہ کہتے ہیں نہیں۔ وہ کہتا ہے اگر وہ میری جہنم دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اگر انسان کو خدا تعالیٰ کی پکڑ کا احساس ہو جائے تو اس کے گناہ کا کوئی سوال ہی اس کے لئے باقی نہیں رہتا۔ سب کچھ جل جائے اس میں اور اگر اس کی بخشش کا پتا چل جائے تو وہ تو سمجھے کہ ساری کائنات ہی میری ہے، موجیں کرتا پھرے۔ تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے مابین، دونوں کے درمیان انسان کو چلاتا ہے۔ اپنی بخشش کا بھی اظہار کرتا چلا جاتا ہے اور اپنی پکڑ سے بھی متنبہ کرتا چلا جاتا ہے۔ فرماتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی بخشش کرنے والا نہیں اس کی رحمت ہر دوسری چیز پر محیط ہے اور پھر فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں بتاتا ہے کہ اللہ کی پکڑ سے زیادہ اور کوئی پکڑ نہیں ہے۔

تو جنت اور جہنم یہ دو مضمون ہیں جو ہمارے سامنے کھول رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس معاملے میں تمہارے لئے ابھی بہت سے سفر باقی ہیں جب تم جنت مانگتے ہو تو تمہیں پتا نہیں ہے کہ تم کیا مانگ رہے ہو اس لئے اور غور کرو۔ خدا تعالیٰ کے جنت کے مضمون کو اور سمجھو، معلوم تو کرو کہ وہ ہے کیا چیز اور خدا کا خوف دل پر جاری کرنے کی غرض سے جہنم کے مضمون کو بھی زیادہ گہرائی سے سمجھو اور ہلکے پھلکے انداز میں اس کو نہ لینا۔ اگر تم جہنم کے مضمون سے واقف ہو جاؤ تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے ان کا کیا حال ہو؟ یعنی کوئی ایسی کیفیت ہے کہ جس کو انسان سمجھ نہیں سکتا کہ کیسی عجیب کیفیت طاری ہو جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا شخص، ایسے لوگ جو خدا کے ذکر میں اس طرح محو ہوں کہ صرف ذکرِ الٰہی کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ کی پیار کی باتیں ہیں اور بخشش طلب کی جارہی ہے۔ اس سے اس کی نعمتیں مانگی جارہی ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ جو بیٹھ جائے وہ بھی بدنصیب نہیں ہوا کرتا۔ تو ہم تو ساری دنیا کے لئے برکتیں لے کر آئے ہیں۔ ساری دنیا کی نجات کا موجب بن کر آئے ہیں۔ اگر دنیا ہمارے

ساتھ نہیں بیٹھتی تو ہمیں چاہئے کہ ذکرِ الٰہی کی مجالس لے کر دنیا تک پہنچیں اور ان مجالس کو عام کریں۔

وہ لوگ جو اس وقت دعوت الی اللہ میں مصروف ہیں۔ ان کو میں خصوصیت سے اس حدیث کے حوالے سے یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ دعوت الی اللہ کا اگر صرف یہی مقصد ہو اگر احمدیوں کی تعداد بڑھے تو یہ تو ایک لغو اور بے معنی مقصد ہے۔ **اللہ سے محبت کرنے والوں کی تعداد بڑھانا مقصد ہے۔ خدا کا ذکر کرنے والوں کی تعداد بڑھانی ہے۔** پس اگر بھرتی کر کے آپ ایک طرف پھینکتے چلے جائیں ان کو تو کیا فرق پڑتا ہے، خدا کے بندوں کی دنیا تو اربوں تک ہے۔ چند آدمی ہم نے اپنی جماعت میں مزید داخل کر لئے تو کیا فرق پڑے گا۔ وہ آدمی بنائیں جن کے آنے سے، جن کے ذکر سے زمین سے آسمان تک فرشتوں سے بھر جائیں اور فرشتے ان پر سایہ کریں اور جوان کے ساتھ بیٹھے اس کے بھی مقدر جاگ جائیں۔ خواہ وہ چلنے پھرنے والا مسافر ہی کیوں نہ ہو۔ جس کے پاس وہ بیٹھیں اس کے نصیب جگا دیں اور یہ ذکرِ الٰہی سے ممکن ہے کیونکہ یہ مضمون ذکرِ الٰہی کے تعلق میں بیان ہوا۔

پس جن لوگوں کو آپ احمدی بناتے ہیں۔ ان کے ساتھ ذکر کی مجلسیں لگائیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذکر کے بہت سے مضمون سمجھا دیئے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کھوئی ہوئی باتوں کو دوبارہ حاصل کرلیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم دنیا کے لئے لائے تھے لیکن رفتہ رفتہ مسلمان بھٹکتے بھٹکتے ان باتوں سے دور چلے گئے اور ان کے مضامین کو سمجھنے کے قابل نہ رہے۔ ذکر کا مضمون آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور بڑے بڑے صوفیاء جیسے کہ میں نے پچھلے خطبے میں بیان کیا تھا۔ ذکر کے انداز بدل بیٹھے، اس کی ماہیت سے ناواقف ہو گئے اور کہیں سے کہیں محمد رسول اللہ کے غلاموں کو ہانک کر کسی اور جگہ پہنچا دیا۔

پس ہمارا کام ہے ان کو، بنی نوع انسان کو، خصوصاً امتِ محمدیہؐ کو وہ ذکر سکھائیں جس کا ذکر حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں بھی ملتا ہے اور آپؐ کی ساری زندگی اسی ذکر پر مشتمل تھی اور اس سے کام میں برکت پڑے گی سب سے اچھی تربیت یہ ہے۔ میں نے تو ساری زندگی میں غور کر کے اس سے بہتر نسخہ کوئی نہیں دیکھا تربیت کا کہ اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ تو قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ (آل عمران: ۱۳۶) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان فاحشہ بھی ہو جائے تو ذکرِ الٰہی کرتے ہیں۔ اب فاحشہ اور ذکرِ الٰہی کے درمیان استغفار نہیں

رکھا اس کے بعد استغفار رکھا ہے۔ قرآن کریم پڑھ کے دیکھیں فرمایا اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر وہ بخشش طلب کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو محبت ہوتی ہے اور اگر کسی سے محبت ہو اور کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو اس سے دوری کا موجب بن سکے تو معافی بعد میں آئے گی پہلے اس کی یاد آئے گی اور جو خدا کو پہلے یاد کرتے ہیں پھر معافی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے خوشخبری دی ہے کہ ہم انہیں معاف فرمادیں گے۔

تو بخشش بھی محبت سے پنپتی ہے اگر تعلق ہو اور ایک انسان جھک جائے اور کہے کہ مجھے معاف کردو۔ تو بعض دفعہ ایک انسان کہتا ہے کہ تم کیوں معافی مانگ رہے ہو میں تو تم سے ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ معافی مانگ کے شرمندہ نہ کرو۔ تو اللہ تعالیٰ کے عجیب انداز ہیں اپنے محبت کے اظہار کے۔ فرمایا فاحشہ کر دیتے ہیں بعض دفعہ لیکن ذَكَرُوا اللّٰهَ فوراً اللہ کی یاد آتی ہے اور جھکتے ہیں اس کے گرد اور روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا ہمیں معاف فرمادے۔ جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تو معاف کر چکا ہوں۔

پس یہی مضمون ہے جو اس حدیث میں بیان ہو رہا ہے۔ اللہ فرماتا ہے وہ میرے ذکر کرنے والے بندے ہیں۔ ان کو بتاؤ یا فرماتا ہے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں ان کو معاف کر چکا ہوں۔ آنحضورﷺ کے الفاظ یہ ہیں۔ ان باتوں کے بعد یعنی جن کا ذکر گزر چکا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے انہیں بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا اور میں نے ان کو اس چیز سے پناہ دی جس چیز سے وہ میری پناہ طلب کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ تو پہلے ہی اپنے پیاروں کی دعائیں سننے کے لئے گویا تیار بیٹھا ہے اور فرشتوں کو جو بیچ میں ڈالا تو ان سے دو وجوہات سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے پیار کے اظہار کے لئے، دوسرے یہ نہیں کہ ان سے کچھ پوچھ رہا تھا ان کو بتانا مقصود تھا اور یہ بتانا تھا کہ ان بندوں کو میں معاف کر چکا ہوں ان کی بخشش کے سامان ہو چکے ہیں ان کو میں سب کچھ دے چکا ہوں جو مجھ سے یہ مانگتے رہے ہیں۔

یہ اس لئے ضروری ہے اظہار کہ فرشتے وہی کرتے ہیں جو اللہ کرتا ہے وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے اور جس سے خدا راضی ہو اس کی تائید میں فرشتے چلتے ہیں۔ پھر تو یہ مضمون محض ایک کہانی کے رنگ میں نہیں ہے۔ اس کے اندر گہرے سبق ہیں اور بہت ہی گہری معلومات ہیں۔ مراد یہ ہے کہ

ان کا ذکر جو خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ ملاء اعلیٰ میں فرماتا ہے اور ان کے ذکر کے ساتھ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام طاقتیں ان کی سمت میں روانہ، ان کی تائید میں روانہ ہو جاتی ہیں۔ وہ تائیدی ہوائیں اللہ ان کی خاطر چلاتا ہے اور وہ ان کی مؤید بن جاتی ہیں۔

ایک اور حدیث سے جو حضرت انس سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا اور ذکر ہے کہ یہ حدیث اللہ نے چونکہ بیان فرمائی ہے یہ حدیث قدسی ہے۔ جب بندہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتے ہوئے جاتا ہوں۔ (ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر: ۳۵۲۷)

یہ ہے تو بہت پیارا ذکر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا لیکن پتا ہی نہیں چلتا کہ گھنٹہ یوں نکل جاتا ہے کہ چند منٹ ہوں۔ تو انشاء اللہ پھر باقی آئندہ سہی۔ آئندہ ایک خطبہ جو ہے میرا وہ ماریشس میں آئے گا اور وہاں سے میں مخاطب ہوں گا۔ جس طرح ماریشس والے اس وقت ٹیلی ویژن پہ دیکھ رہے ہیں پتا نہیں ٹیلی ویژن کی وہاں اجازت بھی ہے کہ نہیں مگر دنیا والے دیکھ رہے ہیں۔ تو اگلے جمعہ میں آپ انگلستان والے انشاء اللہ ٹیلی ویژن میں مجھے دیکھیں گے اور سنیں گے اور بیک وقت سب کی یاد تو ممکن نہیں ہے لیکن تازہ تازہ جدائی آپ سے ہوگی اس لئے اس موقع پر یاد رکھیں آپ یاد رہیں گے اور کبھی کبھی میری آنکھ آپ کو تصور میں دیکھے گی ضرور کہ اس طرح مجلس کوئی یہاں لگی ہوئی ہے کوئی وہاں لگی ہوئی ہے۔ اب دعا کریں آخر پر یہ درخواست ہے کہ اللہ یہ سفر بابرکت کرے اور اس کے نیک نتائج ظاہر فرمائے۔ ایسے منصوبے بنانے کی توفیق ملے کہ ماریشس کا جزیرہ جلد از جلد احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی آغوش میں آجائے۔